آرا و افکار

مولانا محمد عیسیٰ منصوری☆

سرمایہ دارانہ نظام کے پیدا کردہ بحران ۔ اسباب اور حل

۱۵ ستمبر ۲۰۰۸ء کو مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کا بدترین بحران سامنے آیا جب امریکہ کے دوسرے بڑے بینک لیہمن برادرز (Lehman Brothers) کا خسارہ نا قابل برداشت حدود کو پار کر گیا۔ نیویارک سٹاک ایکسچینج میں ایک شئیر کی قیمت 80 ڈالر سے گر کر 1.65 ڈالر پر آ گئی، یعنی اس بینک کے سرمایہ کی مالیت 185 ارب ڈالر سے گر کر صرف 565 ارب ڈالر رہ گئی اور لیہمن برادرز کے 130 ملکوں میں پھیلے ہوئے 16000 ملازمین کی نوکریاں خطرے میں پڑ گئیں۔ اسی دن امریکہ کی بین الاقوامی شہرت کے حامل انشورنس کمپنی AIG (امریکن انٹرنیشنل گروپ) کریش کر گئی اور اس نے اپنی بقا کے لیے امریکن حکومت سے 85 ارب ڈالر کی رقم کا مطالبہ کر دیا۔ صورت حال اس قدر خطرناک ہو گئی کہ نیویارک اسٹاک ایکسچینج ایک ہی رات میں 084 پوائنٹس سے گرا اور امریکی شیئر مارکیٹ 60 گھنٹوں میں 8 فی صد گر گئی۔ صرف ستمبر کے مہینے میں بینکوں کے ایک لاکھ انسٹھ ہزار ملازمین اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان میں وال اسٹریٹ کے تیس ہزار ملازمین بھی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یورپین ممالک سے لے کر مشرق بعید تک پورا سرمایہ دارانہ نظام لڑکھڑا گیا۔ کمیونزم کے بعد کیپٹل ازم کا اقتصادی نظریہ ونظام ناکام ہو کر زمین بوس ہوتا نظر آیا۔ بش حکومت نے اپنے سرمایہ دارانہ نظام کو بچانے کے لیے لیہمن برادرز اور AIG کو کنٹرول میں لے لیا۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی رات میں ڈیڑھ کھرب کے خسارے کو امریکن حکومت کے منظور کردہ پیکج کے 700 ارب ڈالر بچا نہیں سکتے تھے۔ ماہرین کے مطابق اس بحران سے دنیا میں چھ، سات کھرب (ٹریلین) ڈالر ڈوب سکتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں انسان اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی سے محروم ہو کر بھکاری بن سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ۱۹۲۹ میں امریکہ میں اسی طرح کا اقتصادی بحران آ چکا ہے جب سینکڑوں کی تعداد میں امریکن بینک دیوالیہ ہو گئے تھے، امریکی سٹاک مارکیٹ پوری طرح تباہ ہو کر بکھر گئی تھی اور ڈالر بے وقعت ہو گیا تھا۔ اس وقت کے امریکی صدر روز ویلٹ نے اس وقت بھی امریکی عوام کی ٹیکس کی رقم سے سرمایہ کاری کر کے سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت کو زمین بوس ہونے سے بچا لیا تھا۔ آج ٹھیک ۷۸ سال بعد یہ عمارت پھر دھڑام سے زمین پر آ رہی۔

موجودہ اقتصادی بحران کے اسباب

امریکہ کے اس بینکنگ بحران کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بینکوں نے سود کی لالچ میں لوگوں کو آسایش وخواہشات کی راہ پر

☆ چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، لندن۔

ڈال دیا کہ آؤ، ہم سے قرضہ لے کر اپنی خواہشیں پوری کرو اور ہمیں سود دو۔ مثلاً ایک امریکی شخص بینک سے دو لاکھ ڈالر قرضہ لے کر مکان خریدتا ہے۔ دو سال بعد اسے بینک کا لیٹر ملتا ہے کہ اب تمہارے مکان کی قیمت (ویلیو) اڑھائی لاکھ ہوگئی ہے، اس لیے ہم سے مزید 50 ہزار ڈالر قرضہ لے کر نئی کار، نیا ٹی وی، نیا فرنیچر خرید سکتے ہو، چنانچہ وہ شخص بینک سے مزید ۵۰ ہزار ڈالر قرض اٹھا کر نئی چیزیں خرید لیتا ہے۔ غرض بینکوں نے سود کی حرص و لالچ میں ایسے لوگوں کو قرضہ دیا جن میں قرضہ لوٹانے کی طاقت نہیں تھی۔ اسے موجودہ بینکنگ کی اصطلاح میں N.I.N.J.A LAONS کہتے ہیں۔ یعنی NO INCOME NO JOB, ONLY APPLICATION (نہ آمدنی، نہ کام، صرف درخواست کر کے قرضہ اٹھائیے لوگ)۔ جب بینکوں سے قرضہ لینے والے لوگوں کی بھاری اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگئی جن کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لیے نہ آمدنی تھی نہ کام اور بینکوں نے محسوس کر لیا کہ ہمارے اکثر قرضے وصول نہیں ہوں گے تو انہوں نے امریکی حکومت کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھا دیے کہ اگر تم نے مزید سرمایہ فراہم نہیں کیا تو ہمارے پاس مارکیٹ چھوڑ کر بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا۔ امریکی حکومت خوب جانتی ہے کہ بینکوں یا زیادہ صحیح الفاظ میں بینکاروں (سرمایہ داروں) کی راہ فرار سے ملک میں ایسی ہاہا کار مچے گی کہ چند دن حکومت چلانا مشکل ہو جائے گا، اس لیے صدر بش نے بینکوں کو بچانے کے لیے 700 ارب ڈالر کا پیکج کانگریس کے سامنے پیش کر دیا۔ پہلے مرحلے میں کانگریس نے اسے نامنظور کر دیا۔ نامنظور کرنے والوں میں اکثریت کا تعلق خود صدر بش کی حکمران ری پبلک پارٹی سے تھا۔ یہی صحیح فیصلہ تھا کہ ۷۰۰ ارب ڈالر کی خطیر رقم سے بینکاروں کی جیبیں بھرنے کی بجائے اس سرمایہ سے نئی صنعتیں اور انڈسٹریاں لگا کر عوام کو روزگار فراہم کیا جاتا (کیوں کہ یہ 700 ارب ڈالر عوام ہی کے پیسے تھے) جو عوام کے ٹیکسوں سے وصول کیے جائیں گے) اس بحران کی دوسری اہم وجہ صدر بش کی احمقانہ جنگی پالیسیاں ہیں جو یہودی اور اسرائیل بنکاروں کا آلہ کار بن کر دنیا بھر میں روا رکھی گئی ہیں۔ صدر بش کے جنگی جنون نے امریکہ کا جنگی خسارہ ماہانہ 70 ارب ڈالر تک پہنچا دیا یعنی فی منٹ 112500 ڈالر۔ ان احمقانہ جنگوں نے امریکی معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ صدر بش نے بینکوں کے لیے جتنی رقم (700 ارب ڈالر) کا پیکیج منظور کیا ہے، تقریباً اتنی ہی عوام کے ٹیکسوں کی رقم وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ضائع کر چکے ہیں۔ اب پھر صدر بش نے عوام کے ٹیکس کے 700 ارب ڈالر ان سرمایہ داروں (بنکاروں) کی جیبوں میں ڈال دیے۔ اس 700 ارب ڈالر کے پیکیج کے منظور ہوتے ہی امریکی بنکاروں نے ایسے جشن منائے کہ ایک ہی رات لاکھوں ڈالر شراب، شباب پر اڑا دیے اور اپنی تنخواہیں مزید بڑھا لیں۔ پہلے ہی ان کی تنخواہیں کئی کئی ملین ڈالر ہیں۔ یہ ہے مختصر کہانی سرمایہ دارانہ نظام کے حالیہ بحران کی۔

مغربی ملکوں کی اقتصادی دہشت گردی

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے غیر سودی یا اسلامی بینک اس بحران سے پوری طرح محفوظ ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک موجودہ اسلامی بینک سو فیصد اسلامی نہیں، البتہ اسلام کے مبارک اقتصادی نظام کی طرف ایک کوشش ضرور کہے جا سکتے ہیں۔ اس عالمگیریت کے دور میں جب دنیا سکڑ کر ایک گاؤں بن گئی ہے، عالمی اقتصادی نظام پر مغربی سرمایہ داروں کا غلبہ و تسلط قائم ہے۔ اس منحوس نظام سے پوری طرح آزاد ہو کر مکمل طور پر اسلامی معاشی نظام اس وقت تک ممکن نہیں

جب تک پوری اسلامی دنیا ہمت کر کے ایک ساتھ اس مبارک غیر سودی نظام کو اپنانے کا فیصلہ نہ کرے۔ اس بحران سے مغرب کی سرمایہ دارانہ دہشت گردی اور مکاری پھر طشت از بام ہوگئی۔ وہ اس طرح کہ ایک طرف CAT معاہدہ اور قومی مارکیٹ اکانومی کے مغرب نواز نظام کے ذریعہ مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ہر ملک میں گھس کر اپنا جال بچھانے، نفع کمانے، سرمایہ لوٹنے اور قوموں اور تہذیبوں کو نچوڑ کر کنگال بنانے کی پوری آزادی ہے۔ اب جب کہ مغرب کی غلط پالیسیوں کی بدولت دنیا اقتصادی بحران کی لپیٹ میں آئی تو ہم نے دیکھا امریکہ، برطانیہ، فرانس سمیت ہر ملک صرف اپنے ملک وقوم کو اس بحران سے بچانے کی فکر کر رہا ہے۔ غریب لوگوں اور ملکوں کی جو تباہی مغرب کی غلط پالیسیوں کے سبب ہوئی، ہے ان کو تباہی سے بچانے کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا بلکہ مغرب نے اس بحران میں سب سے پہلے عربوں اور مشرقی ممالک کے سرمایہ پر ہاتھ صاف کیا جنھوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام پر اعتماد کر کے گزشتہ نصف صدی سے اپنی تمام جمع پونجی امریکہ ویورپ کے بینکوں میں رکھ چھوڑی تھی۔ بہر حال دنیا کے اقتصادی ماہرین اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ امریکی صدر بش نے 700 ارب ڈالر کا پیکیج منظور کر کے اپنے (سرمایہ دارانہ) نظام کو بچانے کی جو کوشش کی، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی کو ما کے مریض کی مشین کے ذریعے سانسیں جاری رکھی جائیں۔ یہ محض وقتی حیلہ ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام ٹوٹ کر بکھرنے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ کاش ہم مسلمان اس قابل ہوتے کہ دنیا کو بتا سکتے کہ انسانیت کو تباہی سے بچانے کا نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اسلامی نظام (اقتصادی) پہلے بھی تقریباً ایک ہزار سال تک بین الاقوامی طور پر دنیا کے بڑے حصہ (ایشیا، افریقہ، یورپ) پر نہایت کامیابی سے چلا ہے اور اس طویل عرصہ میں سے نہ اس طرح کا کوئی معاشی بحران آیا نہ اس طرح کی کمر توڑ مہنگائی۔ آیئے، آج کی مجلس میں ہم دونوں اقتصادی نظاموں (اسلامی ومغربی) کا موازنہ وتجزیہ کریں۔

اسلامی اقتصادی نظام کی بنیادیں

جس طرح انسانی حیات کے لیے اس کی رگوں میں خون کی گردش ضروری ہے، اسی طرح نظام کائنات کی حیات مال کی صحیح گردش پر موقوف ہے جو تجارت اور اقتصادی نظام کے ذریعے وجود میں آتی ہے، اور جس طرح خون کا جسم کے کسی حصے میں جمع ہو جانا اور دوسرے حصوں تک نہ پہنچ پانا جسم کی موت ہے، اسی طرح سرمایہ اور دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہو کر رہ جانا نظام کائنات کی تباہی ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد قرآن کی زبان میں کی لا تکون دولة بین الاغنیاء منکم ہے، تا کہ دولت وسرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز (جمع) نہ ہو جائے۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد زکوۃ وصدقات، عشر وخراج پر ہے یعنی زراعت، باغات اور زمین کی پیداوار میں غریب عوام کا حق۔ اگر زمین بارش سے سیراب ہو رہی ہو تو دسواں حصہ اور اگر کسان نے خود مشقت کر کے زمین کو پانی دیا تو بیسواں حصہ۔ اسی طرح اسلام نے وراثت کی تقسیم کر کے ایسے جامع اور پر حکمت احکامات دیے کہ اگر ساری دنیا کی دولت بھی کوئی فرد اکٹھی کر لے تو چند پشتوں میں وہ ساری دولت وراثت کے احکامات کے ذریعے معاشرہ میں پھیل جائے گی۔ غرض ہر وہ چیز جس سے مال وسرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتا ہے، اسے اسلام نے ممنوع وحرام قرار دیا جیسے سود، ذخیرہ اندوزی، جوا وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کے پورے اقتصادی نظام کا مقصد تو اہل ثروت سے مال لے کر بے وسائل اور غربا تک پہنچانا ہے۔ اسلام انسانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ یہی ہمدردی، اخوت،

تعاون، مواساۃ کا معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن کا اقتصادی نظریہ افزایش دولت produltion کے بجائے تقسیم دولت Distribution کا نظریہ ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو اسلامی معاشی نظام کو دوسرے معاشی نظاموں سے ممتاز کرتا ہے۔، دنیا کے تقریباً تمام ہی معاشی نظام افلاطون کے یوٹو پیائی نظام سے لے کر موجودہ دور کے مارکسی نظام معیشت یا مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام تک سب کا مقصد زیادہ سے زیادہ حصول دولت اور ارتکاز سرمایہ۔ یہ سب معاشی نظام حصول دولت کے لیے معاشرے کو تباہ کرنے والے اور نقصان پہنچانے والے غلط ذرائع کے اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے۔ جب دنیا میں کوئی قرآن کا پیش کردہ اقتصادی نظام قائم ہوا تو چند سالوں کے اندر ایسی خوش حالی کا دور دورہ ہوا کہ مملکت اسلامی کے کسی شہر میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ غور کیا جائے تو اسلام کی اصل بنیاد دو ہی چیزیں ہیں۔ اولاً خدائے واحد کی عبادت کا قیام اور دوسرا انسانیت کو سود کی لعنت سے نجات دلانا۔ سود اتنی بڑی لعنت و برائی ہے کہ اسلام نے سود کے مسئلہ پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا تو اس میں صراحت کی گئی تھی کہ سودی کاروبار کی صورت میں یہ معاہدہ کالعدم سمجھا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی کسی مسلمان کو قتل کر دے یا مسلمانوں کے خلاف سازش کرے، جاسوسی کرے تو سزائے موت صرف اس فرد کو ملے گی، من حیث القوم انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ مگر سودی لین دین پر پوری قوم کے ساتھ کیا گیا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح خلفاے راشدین کے عہد زریں میں دنیا بھر کی اقوام مذاہب وتہذیبوں سے جو معاہدے ہوئے، ان تمام میں واضح طور یہ شق تھی کہ اگر تم نے سودی لین دین کیا تو ہم سے معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ سو اس درجہ کی برائی، شر اور لعنت ہے جو کسی حالت میں برداشت نہیں کی جا سکتی۔ سود واحد جرم ہے جس کو قرآن نے اللہ اور رسول کے ساتھ کھلا اعلان جنگ کہا ہے۔ افسوس آج مسلم ممالک کے ہر چوراہے اور ہر سڑک پر اللہ اور رسول کے ساتھ اعلان جنگ قبول ومنظور کرنے کا اظہار سودی بینکوں کی شکل میں کر رکھا ہے۔ یہ بات پورے یقین ووثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر آج بھی مسلمان قرآن کے اصولوں پر صرف مالیاتی نظام لے آئیں تو مغرب کی بالادستی وغلبہ سے نجات پا جائیں۔

سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام کی خرابیاں

اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلے میں موجودہ سرمایہ دارانہ نظام ہے جو بیسویں صدی کے اوائل سے دنیا بھر میں غالب ومروج ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود، ذخیرہ اندوزی اور جوا (سٹہ) ہے۔ اس نظام کے ثمرات ونتائج یہ ہیں کہ دنیا بھر میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہوتا جا رہا ہے اور پوری دنیا کا سرمایہ ووسائل چند مٹھی بھر ہاتھوں میں منتقل ہو رہا ہے۔ اس وقت پوری دنیا کا ۸۰ فی صد سے زائد سرمایہ ۵۰۰ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ملکیت بن چکا ہے۔ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں سرمایہ ووسائل چند لوگوں کے ہاتھ میں سمٹ گئے ہیں۔ مثلاً بھارت کی آبادی ایک ارب کے قریب ہے۔ وہاں ۸۰ کروڑ انسانوں کے پاس جتنا سرمایہ ہے، اتنا بھارت کے چار مشہور سرمایہ داروں کے پاس ہے۔ پاکستان کے ۱۴ کروڑ لوگوں کے پاس جتنا سرمایہ ہے، اس کا بڑا حصہ چند لوگوں کے پاس ہے۔ دنیا میں تیزی سے دو طبقات وجود میں آئے ہیں۔ (۱) انتہائی امیر (۲) انتہائی غریب۔ متوسط طبقہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مغرب کی ذہنی غلامی میں پوری دنیا

مغرب کے قرون وسطیٰ کے تاریک دور کی طرف بڑھ رہی ہے، جب یورپ میں لارڈ اور جاگیر دار یا ان کے غلام تھے، حتیٰ کہ دنیا بھر کی حکومتیں بشمول امریکہ و یورپ کے مٹھی بھر سرمایہ داروں کی غلام بن چکی ہیں۔ آج جمہوریت کی تعریف یہ نہیں رہی کہ عوام کی حکومت عوام کے ذریعے، اور عوام کے مفاد کے لیے بلکہ آج جمہوریت کا مطلب ہے سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے ایجنٹوں کے ذریعے، سرمایہ داروں کے مفاد کے لیے۔ اس غیر فطری اور انسان دشمن اقتصادی نظام نے پوری دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی ابتدا کیسے ہوئی؟

مغرب کے اس سرمایہ دارانہ نظام کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جو لوگ سونے چاندی کا کاروبار کرتے تھے یعنی سنار، وہ اپنے سونے کی حفاظت کے لیے مضبوط و مستحکم مکان و تجوریاں بنواتے تھے۔ عام لوگ بھی اپنی بچت کا سونا حفاظت کے لیے ان کے پاس جمع کرتے۔ یہ سنار حفاظت کرنے کی مخصوص رقم لیتے، اور لوگوں کو رسید لکھ دیتے کہ اس شخص کا اتنا سونا ہمارے پاس جمع ہے۔ اب وہ شخص اس رسید سے مکان، زمین یا کوئی چیز خریدتا یا اپنا قرضہ ادا کرتا۔ اس طرح چالاک سناروں نے اندازہ لگایا کہ لوگ جمع شدہ سونے کا دسواں حصہ خرچ کرتے ہیں اور نو حصے ان کے پاس جمع رکھتے ہیں۔ انھوں نے حرص، لالچ اور بددیانتی سے لوگوں کے امانت رکھے ہوئے سونے کے بدلے نوا لگ الگ رسیدیں جاری کرنی شروع کر دیں، یعنی نہ سناروں کے پاس سونا موجود نہ لوٹانے کی طاقت، محض لوگوں کے اعتبار پر رسیدوں کا کاروبار چلتا رہا اور یہودی سناروں کا سرمایہ بڑھتا رہا۔ جب یورپ میں موجودہ بینکنگ کا نظام شروع ہوا تو چونکہ سارا سرمایہ ان کی تجوریوں میں تھا، اس لیے بینکوں پر خود بخود ان کا قبضہ ہو گیا۔ عوام کے پاس جو تھوڑی بہت بچت تھی، اس پر قبضہ کرنے کے لیے ان چالاک سناروں نے لوگوں کو دوسرا جھانسا یہ دیا کہ اگر تم خود کاروبار کرو گے تو سرمایہ ڈوب بھی سکتا ہے، اس لیے نقصان کے غم میں گھلنے کے بجائے اپنی رقم ہمیں دے دو۔ ہم تمہیں ہر ماہ ہر سال ایک مقرر (FIXED) منافع دیتے جائیں گے۔ اس طرح عام لوگوں کا بچا ہوا روپیہ بھی ان کے قبضے میں آ گیا۔ اب یہ سنار، بینکار بن کر پورے یورپ کے آقا و مالک بن بیٹھے۔ ان سناروں کی بھاری اکثریت نسلاً یہودی تھی۔ یہودیوں کی سود خوری کی تاریخ ضرب المثل رہی ہے، جس پر تمام آسمانی کتب شاہد ہیں، حتیٰ کہ انہوں نے سونے کے بچھڑے کی پوجا اپنے نبی حضرت موسیٰ کی موجودگی ہی میں شروع کر دی تھی۔ ظہور اسلام کے وقت مدینہ اور عرب کے تمام قبائل یہودیوں کے سود کے جال میں جکڑے ہوئے تھے اور تمام تجارت و بازاروں پر ان کا قبضہ تھا۔ یاد رہے کہ سود خوری، خود غرضی، ظلم، استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا ذہن پیدا کرتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سود خود کی حرص و لالچ اور حرام خوری کی عادت کی بدولت قمار بازی (سٹہ) کی لت پڑ رہی ہے۔ آج دنیا کے سٹاک ایکس چینجز کی تقریباً سو فی صد رولنگ (سرمایہ کی گردش) سٹہ یعنی جوئے پر ہو رہی ہے۔ سود کینہ و حسد پیدا کرتا ہے جس کے نتیجہ میں فساد اور جنگیں چھڑتی ہیں۔ سود خور جنگیں بھڑکا کر عوام اور قیدیوں کو غلام بناتے ہیں، مثلاً پہلی جنگ عظیم کے وقت برطانیہ پر اور دوسری جنگ عظیم تک امریکہ پر کوئی قرضہ نہیں تھا۔ ان یہودی بینکاروں نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مختلف حیلوں سے برطانیہ اور امریکہ بلکہ پورے یورپ کو جنگ میں الجھا کر اپنا مقروض و تابعدار بنا لیا۔ ان ہی خونخوار بینکاروں نے موجودہ بینکنگ کا بحران پیدا کر کے ایک بار پھر عوام کے ٹیکسوں سے 700 ارب ڈالر ہڑپ کر لیے۔ یہ مکار بینکار پوری

بات دنیا کو کبھی نہیں بتاتے۔ مثلاً یہ تو سب جانتے ہیں کہ پاکستان پر 42 ارب ڈالر قرضہ ہے، برطانیہ وفرانس پر ہزاروں ارب ڈالر اور امریکہ پر تقریباً دس کھرب (ٹریلین) ڈالر مگر یہ حقیقت دنیا کے سامنے کبھی نہیں آئی کہ یہ قرض کن درندوں کا ہے۔ ان بنکاروں کی بھیانک شکل کبھی سامنے نہیں لائی جائے گی۔ واشنگٹن ڈی سی میں روڈ کی ایک طرف ورلڈ بینک کا دفتر ہے اور دوسری طرف IMF کا۔ ایک دنیا بھر کے ملکوں کو قرضہ دیتا ہے، دوسرا وصول کرتا ہے۔ ان دونوں کے اصل مالکوں کا نام زبان پر لانے کی جرات نہ صدر بش میں ہے نہ برطانیہ کے گورڈن براؤن میں۔ ان سب حکمرانوں کی حیثیت یہودی بینکاروں کے زرخرید کنیز و باندی سے زیادہ نہیں، شاید اس لیے کہ ایک یہودی سکالر سموئیل ہنٹنگٹن نے کلیش آف سولائزیشن کا نظریہ پیش کیا تاکہ مغربی تہذیب کے خاتمہ کو تہذیبوں کا تصادم بنا کر مسلمانوں کے سر منڈھ دے اور تباہی پھیلانے والے درندوں کو صاف بچالے جائے۔ ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے جتنے معاشیات واقتصادیات کے ماہرین ہیں، وہ ذہنی طور پر اس قدر غلام ہیں کہ مغرب نے انہیں معاشیات کا جو سبق رٹا دیا، اس سے آگے سوچ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم ممالک کے وزرائے خزانہ یا مشیر خزانہ جب اپنے ملکوں کی اقتصادی منصوبہ کرتے ہیں تو ان کے سامنے اپنے ملکوں سے زیادہ مغرب کا مفاد ہوتا ہے۔ پاکستان کے سابق وزرائے اعظم ہوں یا آج کے حکومتی ذمہ داران، یہ سب لوگ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ایجنٹ ہیں۔ ان کی اصل ڈیوٹی ان اداروں کے بروقت سود کی ادائیگی کے لیے کام کرنا ہے۔ اربوں میں سود لیتے ہیں اور کھربوں میں سود ادا کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ اسی کی تنخواہ پاتے ہیں۔ بالآخر ان لوگوں نے دوبارہ پاکستان کو IMF کے جال میں پھنسا ہی دیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کا انجام مکمل تباہی ہے

آج سود کے منحوس نظام کی بدولت دنیا کی ۹۰ فی صد عوام کا جینا دوبھر ہو چکا ہے۔ سود اور مہنگائی لازم وملزوم ہے۔ جب سے اس منحوس نظام نے دنیا پر اپنے خونی پنجے گاڑے ہیں، روز مہنگائی بڑھ رہی ہے۔ مہنگائی بڑھانے کے جنون کا حال یہ ہے کہ امریکہ ہر سال اپنے کسانوں کو 12 ارب ڈالر اس لیے دیتا ہے کہ وہ مہنگائی بڑھانے کے لیے زرعی پیداوار میں کمی کریں۔ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی فالتو رقم امریکہ کے پاس بھی نہیں ہوتی چنانچہ انہیں خونخوار بینکاروں سے سود پر قرض لے کر رقم کسانوں کو دی جاتی ہے۔ یہ شقاوت وبدبختی کی نہایت عبرت ناک مثال ہے۔ قرآن نے تقریباً چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت انسانوں کے سامنے واشگاف طور پر بیان کی تھی اور پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے، اس کا انجام افلاس وتباہی ہے۔ معاشیات کی پوری اس پر شاہد ہے کہ سودی معیشت جب کساد بازاری کا شکار ہوتی ہے تو انسانیت ایسے ہولناک انجام سے دوچار ہوتی ہے کہ ایک لمحہ میں کروڑوں انسانوں کی جمع پونجی ڈوب جاتی ہے۔ آج دنیا کا کوئی ماہر معاشیات ایسا نہیں جس نے معاشرہ پر سود کے مہلک ومنفی اثرات کو تسلیم نہ کیا ہو اور موجودہ دور کے تمام ماہرین معاشیات واقتصادیات خواہ وہ امریکہ ویورپ کے ہوں یا روس وجاپان کے، اس بات پر متفق ہیں کہ سودی نظام بہت جلد پوری دنیا کو تباہ کر دے گا۔ بہت جلد دنیا بھر کے تمام سرمایہ ووسائل کے مالک مٹھی بھر بنکار بن جائیں گے تو اس دنیا کے سات ارب انسانوں کے اندر جو ردعمل ہوگا، ایسی بھیانک تباہی آئے گی، کروڑوں اربوں کا خون بہے گا، یہ ماہرین اقتصادیات اس کے تصور ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔

تباہی سے بچنے کا واحد راستہ

موجودہ دور کے تمام ماہرین معاشیات اس نکتہ پر متفق ہیں کہ اقتصادی تباہی سے دنیا کو بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ سود کو ختم کیا جائے۔ سود کی شرح کو گھٹاتے گھٹاتے صفر کی حد پر لایا جائے یا سود کی شرح صرف اتنی رکھی جائے کہ نظام چلانے کے اخراجات نکل سکیں، تقریباً ایک ڈیڑھ فی صد۔ چنانچہ گزشتہ ۸ سال سے یورپی اقتصادی کونسل نے شرح سود ساڑھے تین فی صد برقرار رکھی ہے اور یہاں کے ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اسے تدریجاً کم کرتے کرتے صفر یا ایک فیصد کر دیا جائے مگر یہاں کے خونخوار بنکار جن کی بھاری اکثریت صہیونیوں پر مشتمل ہے اور جو سودی نظام کی بدولت پوری دنیا کے آقا بنے ہوئے ہیں، وہ اس انسانیت دشمن منحوس نظام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ سود کی بدولت ان کا ایک ایک فرد اس قدر طاقتور ہو گیا ہے کہ درجنوں ملکوں سے زیادہ دولت سرمایہ ایک ایک پاس جمع ہو گئی ہے، جیسے جورج سوروس Jeorge Soros اور روشیلڈ Rothchild وغیرہ۔ ایسا ایک شخص برطانیہ اور فرانس جیسی مضبوط معیشت کو بھی ایک رات میں تباہ کر سکتا ہے۔ جورج سوروس نے ۸۰ کی دہائی میں مشرق بعید (انڈونیشیا، ملائیشیا، ہانگ کانگ) وغیرہ کی معیشت ایک رات میں تباہ کی تھی۔

مغرب کے سیاسی و معاشی نظاموں کی ناکامی

مغرب آج تک اپنے جس سیاسی نظام (ڈیموکریسی) اور معاشی نظام (فری مارکیٹ اکانومی) پر فخر کرتا تھا اور ساری دنیا کو اپنی پیروی کی دعوت دیتا تھا، موجودہ بحران نے اس پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ برطانیہ کے مشہور اخبار ڈیلی گارڈین نے کیا خوب تبصرہ کیا ہے کہ آج تک کہا جاتا تھا کہ جمہوریت و فری مارکیٹ توام (جڑواں بہنیں) ہیں لیکن اس بحران نے ثابت کر دیا ہے کہ آزاد معیشت جمہوریت کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ و یورپ کی حکومتیں بنکوں کو نیشنلائز کر رہی ہیں حتیٰ کہ مغربی میڈیا صدر بش کو کامریڈ بش اور USA کو USSAR یعنی یونائیٹڈ سوشلسٹ سٹیٹ ری پبلک آف امریکہ کہہ رہے ہیں۔ مغرب کو اپنا حشر روس کی طرح نظر آنے لگا ہے۔ کہاوت ہے کہ کند جنس باہم جنس پرواز۔ جب حرام خوری کی لت پڑ جائے تو حلال میں مزہ نہیں آتا، اس لیے مغرب قرآن کی پیش کردہ یقینی فلاح و کامیابی اور انسانی بہبود کے معاشی نظام کے بجائے دوبارہ سوشلسٹ معیشت کی گلی سڑی لاش کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اور بنکوں کو نیشنلائز کر رہا ہے۔ یہ تجربہ ایشیا میں پوری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

موجودہ دور کے تمام ماہرین اقتصادیات صدیوں کی ریسرچ وتحقیقات اور تجربات کے بعد جس حقیقت تک پہنچے ہیں کہ اقتصادی تباہی کا واحد سبب سودی نظام ہے، قرآن نے اس حقیقت کو ۱۴۰۰ سال پہلے انسانیت کے سامنے آشکارا کر دیا تھا اور انسانیت کی بہبود کے لیے پیغمبر اسلام نے ایسا معاشی نظام قائم کر دیا تھا جس سے انسانیت تقریباً ہزار سال تک مستفید ہوتی رہی۔ مغرب کے متعدد بینک قرآن کے اس غیر سودی معاشی نظام کو اپنا رہے ہیں اور دن بدن غیر سودی معیشت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا کہ امت مسلمہ اور مسلم ممالک قرآن کے معاشی نظام پر لبیک کہیں اور انسانیت کی رہنمائی کریں؟ حقیقت بالآخر خود کو منوا کر رہتی ہے۔ آج نہیں تو کل دنیا کو قرآن کے پیش کردہ معاشی نظام کی طرف آنا ہی ہوگا، کیوں کہ اس کے سوا تباہی سے بچنے کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔